اسلام کی تحقیقی روایات میں علم حدیث کا استنادی کردار

The Authenticated Role of Hadith Sciences in Islamic Research Traditions

*ڈاکٹر نعیم انور الازہری

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی لاہور

**ڈاکٹر محمد سرور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سوشل سائنسز، ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور

Abstarct:

Solid and authentic knowledge has been the need of every age, and Islam has provided foundations of such knowledge for every epoch. The authenticity of Islamic sciences in largely based on Hadith sciences. The accuracy of news and the truthfulness of the reporter is considered compulsory by this branch of knowledge. In order to analyse the honesty and truthfulness of a reporter ‘ilm al-Jarah wa al-Ta‘adil was innovated and the classification of a report into ‘Sahih’, ‘Hassan’ and ‘Da‘if’ was introduced to check the accuracy of a news. Through this paper, the authenticated role of Hadith sciences proved in the light of the Qur’ān, Hadith and the opinions of scholars. Particularly, the significance and value of ‘ilm al-Jarah wa al-Ta‘adil’ has been hgihglighted.

Key words: Hadith sciences, ‘ilm al-Jarah wa al-Ta‘adil, Sahih, Hassan, Da‘if

اسلام کی ساری تعلیمات کی کل حقیقت جن کلمات کو محیط ہے وہ ہے صداقت و حقانیت، اسلام نے حق اور سچائی پر مبنی اپنی تعلیمات کے فروغ اور ابلاغ کا جو ذریعہ اور طریقہ منتخب کیا ہے وہ ہے علم و تحقیق، اسلام اپنی ہر بات کو علم سے آراستہ کرتا ہے اور علم کے ابلاغ کے لئے طریقہ تحقیق کو اختیار کرتا ہے۔ فی زمانہ جو بات ذہنوں میں راسخ اور دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے وہ تحقیق ہی کی محکم راہوں سے منصہ شہود پر آتی ہے اور جب وہ انسانی ذہنوں اور سوچوں تک پہنچتی ہے تو ایک مسلمہ حقیقت کا روپ دھار لیتی ہے۔ قرآن نے اہل ایمان کو تحقیق کے ان ہی اُصولوں اور ضابطوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یوں راہنمائی دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّها الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ1

اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اُٹھاؤ۔

یہ آیت کریمہ اسلام میں تحقیق و تفتیش کی بنیاد فراہم کرتی ہے اور کسی بھی معاملے میں تبین سے تثبت تک کیسے پہنچنا ہے۔ اس حوالے سے بھرپور راہنمائی دیتی ہے۔ ایک شخص کی خبر اور اطلاع اصطلاحی زبان میں خبر واحد کہلاتی ہے۔ اب خبر واحد کا حامل شخص عادل وصادق بھی ہو سکتا ہے اور فاجر و فاسق بھی ہو سکتا ہے۔ عادل و صادق ہونے کی صورت میں اُس کی خبر کو قبول کر لیا جائے گا اور فاجر و فاسق ہونے کی صورت میں اس کی خبر کو رد کر دیا جائے گا۔ اس علم اور عمل کو مصطلحات الحدیث کی زبان میں علم الجرح والتعدیل کہتے ہیں۔

امام قرطبیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے باب میں خبر واحد کی قبولیت اور عدم قبولیت کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و فی هذا الاية دليل على قبول خبر الواحد اذا كان عدلا لانه انما أمر فيها بالتثبت عند نقل خبر الفاسق2

یہ آیت خبر واحد کے قبول ہونے پر دلالت کرتی ہے جبکہ خبر دینے والا عادل ہو۔ اس لیے فاسق کی خبر کو نقل کرنے میں تثبت اور تحقق کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت سے تحقیق کے کون کون سے داعیات مراد ہیں۔ امام شوکانی اسے یوں واضح کرتے ہیں:

و المراد من التبيين، التعرف و من التثبت الاناء و عدم العجلة والتعبر فى الامر الواقع و الخبر الوارد حتى يظهر3

اس آیت کریمہ میں تبیین سے مراد کسی چیز کو پہچان لینا اور اُس کا کھوج لگانا ہے۔ تبیین بمعنی تثبت بھی ہے جس کا مطلب وقار وثبات ہے اور جلد بازی سے گریز کرنا ہے اور اس کا معنی تعبر بھی ہے کہ کسی خبر وارد اور کسی امر واقع میں اس طرح بصیرت و فراست سے کام لینا کہ حقیقت واضح ہو جائے۔

تحقیق کا مقصد حق کو پانا ہے اور حقیقت حال تک پہنچنا ہے اور کسی چیز کی اصل کا پتہ لگانا ہے۔ اس لیے تحقیق کا امر سفر ہو یا حضر ہو ہر حال میں ضروری ہے۔ اس لیے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا4

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے اس کو یہ نہ کہو تم مومن نہیں۔

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر کے باب میں یہ واضح کرتے ہیں کہ تحقیق انسان کی زندگی کے تمام مرحلوں اور جملہ پہلوؤں میں لازم ہے۔ خواہ انسان کی زندگی کے عام حالات ہوں یا خاص ہوں تحقیق ضروری ہے۔

والتبیین التثبت فی القتل واجب حضراً و سفراً5

سفر و حضر میں قتل کے معاملے میں تحقیق کرنا واجب ہے۔

خبر پر کسی فرض کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں اور خبر پر کسی واجب کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ خبر پر کسی مندوب کی شناخت ہوتی ہے۔ خبر کسی مستحب کی پہچان ہوتی ہے اور خبر پر کسی چیز کے حرام اور مکروہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح خبر امن کی ہو یا خوف کی ہو اُس کے نشر کرنے سے پہلے اُس کی تحقیق ضروری ہے۔

اس لیے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ[6]

اور جب انہیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو وہ اسے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول اور اولی الامر کے سپرد کر دیتے تو ان میں تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔

تحقیق خبر اس لیے ضروری ہے تاکہ صحت خبر کا یقین حاصل ہو جائے۔ عمل کی مواظبت کے لئے اثبات خبر لازمی امر ہے۔ صحت خبر میں اصلاح اور فلاح ہے جبکہ فساد خبر میں فتنہ و انتشارِ معاشرہ ہے۔ اس لیے امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں یوں گویا ہوتے ہیں۔

انکار علی من یباور الی الامور قبل تحققھا فیخبر بھا ویفشیھا و ینشرھا و قد لایکون لھاصحة[7]

اس آیت میں باری تعالیٰ نے تحقیق امر کرنے سے پہلے اُس خبر کو بتانے، پھیلانے اور اسے کام کرنے سے منع کیا ہے۔ اس لیے کہ تحقیق کے بغیر کبھی کبھار وہ خبر درست نہیں ہوتی۔

تحقیق کا مقصد سچ اور حق کی تلاش ہے۔اسلام کی ساری تعلیمات حق اور سچ ہیں اسلام اپنی تعلیمات میں اور اپنے پیروکاروں کی زندگیوں میں اس خوبی کو سب سے زیادہ قوی دیکھنا چاہتا ہے۔اس لیے اسلام حق اور سچ کو پانے کے لئے ہمیں طرح طرح کے ضابطے اور قاعدے دیتا ہے تاکہ حق کا بول بالا ہو،اور صدق کا پرچم ہر حال میں اعلیٰ ہو۔ایک راوی اور ایک مفسر کو صدق سے متصف ہونے کے لیے صفت عدل اور وصف عدالت سے خود کو مزین کرنا ہوگا۔

اس لیے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَہُنَّ فَاَمْسِكُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ [8]

جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کو پہنچنے لگیں تو تم معروف طریقے سے انہیں روک لو یا انہیں خوش اسلوبی کے ساتھ جُدا کر دو اور تم معروف طریقے سے انہیں روک لو یا انہیں خوش اسلوبی کے ساتھ جُدا کر دو اور تم اپنے لوگوں میں سے دو عادل گواہ بنالو۔

گواہ کا وصف عدل اس میں ساری صفات قبولیت پیدا کر دیتا ہے۔اس لیے خبر کی حقیقت و صداقت اور خبر کی صحت گواہ کے وصف عدالت سے متصف ہونے کو لازم کرتا ہے۔اس حوالے سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَہَادَۃُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ[9]

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے تو وصیت کرتے وقت آپس میں گواہی کے لیے مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بنالو۔

ان آیات کریمہ نے راوی کے لیے وصف عدالت کو لازم اور ثابت کیا ہے اور عام قضایا میں وہی گواہ شاید معتبر ہے جو عادل ہو۔

امام مسلم ان آیات سے اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ایک راوی عادل کے لئے ضروری ہے وہ ایسی احادیث کو روایت کرے جو ضعف اور تہمت سے پاک ہوں جس کے رایوں پر جرح نہ کی گئی ہو اور جس حدیث کو تہمت زدہ اور بدعت میں مبتلا شدہ راویوں نے روایت نہ کیا ہو اور پھر ان آیات سے ایک اصول روایت اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فدل بما ذکرنا من ہذہ الایة أن خبر الفاسق ساقط غیر مقبول و أن شہادة غیر العدل مردودة[10]

ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی خبر غیر مقبول ہوتی ہے۔ اسی طرح غیر عادل راوی کی گواہی و شہادت مردود اور ناقابل قبول ہے۔

قرآن حکیم کی آیات اور اس کی آیات کی تفسیرات سے کسی بھی علم اور کسی بھی حقیقت کی خبر دینے والے راوی کے لئے تین لازمی اوصاف کا فہم حاصل ہوتا ہے جس کو امام خازن نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر چھ میں یوں بیان کیا ہے۔

اطلبوا بیان الامر و انکشاف الحقیقة ولا تعتمدوا علی قول الفاسق[11]

ہر معاملے کی حقیقت کو اچھی طرح جانو اور اس کی اصل حقیقت کو منکشف کرو اور کسی فاسق کے قول پر (ہرگز) اعتماد نہ کرو۔

اس قول کے راوی کے وصف عدل و جرح کو واضح کر دیا ہے۔ قرآن کے ان ہی تصورات کو جب اصطلاحی اور فنی زبان دی گئی تو اس کو علم جرح و تعدیل کہا گیا اور بعض نے اسے علم میزان الرجال کا نام دیا ہے۔[12]

اب سوال یہ ہے جرح اور تعدیل کا معنی و مفہوم کیا ہے۔ جرح کا معنی زخمی کرنا ہے عیب لگانا ہے اور مرتبہ گھٹانا ہے۔ جرح بمعنی مجروح زخمی کیے جانے کے تصور کو ایک عربی شاعر نے بڑے خوبصورت الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان[13]

تلواروں و نیزوں کے زخم تو بھر جاتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

جرح بمعنی عیب لگانے کے یوں استعمال ہوا ہے جرح الشھادہ اس نے گواہی پر عیب لگا دیا۔[14]

اگر ہم اس کے اصطلاحی معنی میں غور کریں تو محدثین نے اس کا مفہوم یوں واضح کیا ہے:

ھو ظہور وصف فی الراوی یثلم عدالته او یخل حفظه و ضبطه[15]

راوی میں ایک ایسے وصف کا ظاہر ہونا ہے جس سے اس کی عدالت میں کمی نقص آجائے، یا اس کے حافظے میں خلل آجائے یا اُس کی یاداشت میں خرابی عیاں ہو جائے تو ان علامات سے راوی مجروح ہو جاتا ہے اور اس سے جامع تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

الجرح مما یترتب علیه رد شهادته او خبره او التوقف فیه[16]

جرح سے مراد یہ ہے جس کی وجہ سے راوی کی شھادت و گواہی کو رد کر دیا جائے یا اس کی دی گئی خبر کو مسترد کر دیا جائے یا اس میں توقف اختیار کیا جائے اس عمل کو جرح کہتے ہیں۔

جرح کی اسی تعریف کو عبدالعزیز بن محمد ابراھیم نے یوں بیان کیا ہے:

وصف الراوی فی عدالته او ضبطهٖ بما یقتضی تلیین روایته أوتضحیفها أو ردها۔[17]

راوی کی عدالت اور اُس کے ضبط کی ایسی کمی جو اس کی روایت کو ناقص قرار دے یا اس کی روایت کو ضعیف بنائے یا اس کی روایت کو رد کرے اُسے جرح کہتے ہیں۔

امام ابن اثیر الجزری نے الجرح کے اصطلاحی مفہوم کو بڑے جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں جب یہ وصف ناقص کسی راوی کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو اس کے قول کا اعتبار واعتماد ختم ہو جاتا ہے اور اُس کے قول پر عمل کرنا باطل ہو جاتا ہے۔

اذا سقط الاعتبار بقوله و بطل العمل به[18]

ان ساری تعریفات کی روشنی میں اگر ہم لفظ جرح پر تفکرانہ نگاہ ڈالیں تو ہمارے سامنے یہ لفظ جرح راوی کے وصف عدل کو عیب لگاتا ہے۔ اس کے وصف عدالت کو مجروح کرتا ہے۔ اُس کے حافظے میں خلل کو ظاہر کرتا ہے اور اُس کے ضبط میں کمی کو عیاں کرتا ہے۔ اس راوی کے قول کو ساقط الاعتبار بناتا ہے اور اُس راوی کی روایت ضعف کو عیاں کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اُس کے قول کو رد کرتا ہے۔ راوی کو قبول و مقبول حیثیت سے نکالتا ہے اور عدم قبول و مقبول حیثیت میں لاتا ہے۔ اُس کے حافظے اور اُس کی عدالت میں طعن پیدا کر دیتا ہے۔ محدثین ایسے شخص کو جرح کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس کی روایت کو بھی ضعیف تسلیم کرتے ہیں۔ ایسے شخص کی روایت سے دین کے فرائض وواجبات اور احکام شریعت ثابت نہیں کرتے۔

اس لفظ جرح کے ساتھ دوسرا جڑا ہوا لفظ تعدیل ہے۔ اس کی اصل عدل ہے اور اس کا متضاد لفظ ظلم ہے۔[19]

تعدیل کا معنی کسی چیز کو درست کرنا ہے۔[20]

عدالت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے جملہ معاملات میں اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کرنا ہے اور ہر وہ انسانی وصف جس سے دلوں میں چین وسکون اور اطمینان ہو اُسے تعدیل وعدالت سے تعبیر کرتے ہے۔

العدالة الاقتصاء فی الامور و ما اوقع فی النفس انه مستقیم[21]

عدالت سے مراد معاملات میں میانہ روی ہے اور وہ چیز جو دل میں اچھی طرح بیٹھ جائے اُسے تعدیل کہتے ہیں۔

عدالت کا ایک اور لغوی معنی تزکیہ بھی ہے اور یہی معنی راویوں کے احوال میں قابل ترجیح ہے۔ تعدیل کے ذریعے ہی راویوں کی خوبیوں کا اندازہ کیا جاتا ہے جن کی بناء پر وہ درجہ عدالت پر فائز ہوتے ہیں۔[22]

تعدیل کے اصطلاحی مفہوم کو ابن اثیر یوں واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

التعدیل وصف متی التحق بھا اعتبر قولہ و اُخذ بہ[23]

تعدیل سے مراد ایسا وصف ہے جو راوی کی شخصیت سے متصف ہو جائے تو راوی کا قول معتبر ہو گا اور اسے قبول کیا جائے گا۔ اسی تصور کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے۔

وصف الراوی فی عدالتہ و ضبطہٖ بما یقتضی قبول روایتہٖ[24]

تعدیل سے مراد راوی کی وہ خوبی ہے جو روایت کے قبول کرنے میں اسے عادل اور ضابطہ قرار دیتی ہے۔

تعدیل میں راوی کا تمام بُری اور ناقابل قبول صفات سے تخلیہ اور تزکیہ کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے امام حاکم تعدیل کا معنی بیان کرتے ہیں:

التعدیل وصف الراوی بصفات تزکیۃ فتظہر عدالتہٗ و یقبل خبرہ[25]

تعدیل سے مراد راوی کی ایسی خوبیاں بیان کرنا ہے جو اس کا تزکیہ صفات کریں تو اس کی عدالت ظاہر ہو تو اس کی روایت و خبر کو قبول کیا جائے گا۔

اسی بات کو نور الدین عتر نے یوں واضح کیا ہے:

وھو تزکیۃ الراوی و الحکم علیہ بانہ عدل او ضابطہ[26]

تعدیل سے مراد راوی کا صاف ستھرا کردار ہونا ہے اور اُس پر عادل وضابط ہونے کا حکم لگانا ہے۔

ان ساری تعریفات کے نتیجے میں تعدیل کا یہ تصور ذہنوں میں راسخ ہوتا ہے کہ تعدیل راوی کا عادلانہ صفات سے متصف ومزین ہونا ہے۔ اپنے رویے و کردار میں صالح و متقی ہونا ہے۔ اپنے نفس کو تزکیہ نفس سے ہمکنار کرنا ہے۔ خود کو بُرے افعال اور بُری عادات سے بچانا ہے۔ ہر ظلم و ستم سے اپنی شخصیت کو پاک کرنا ہے۔ صفتِ تعدیل سے خود کو مزین کر کے معاشرے میں اپنی ذات و شخصیت کی

قبولیت کو بڑھانا ہے اور اپنے قول کو معتبر اور قابل قبول اور مستند بنانا ہے۔ اپنے حافظے کو ضبط محکم کا آئینہ دار بنانا ہے اور اپنے ضبط کو ہر نسیان سے محفوظ کرنا ہے۔ راوی کی قبولیت اور معتبریت کی ان ساری صفات کو محدثین لفظ عدل اور ضبط سے بیان کرتے ہیں۔

جب جرح و تعدیل کے الفاظ کو جمع کیا جائے تو اسے علم جرح و تعدیل کہتے ہیں۔ اس علم کی حقیقت کو ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں:

و من المهم معرفة أحوالهم تعديلاً و تجريحاً و جهالةً لان الراوى اما ان تعرف عدالته أو يعرف فسقه او لايعرف فيه شئ[27]

راویوں کے حالات ان معنوں میں جاننا بہت اہم ہیں کہ وہ راوی عادل ہیں یا وہ راوی مجروح ہیں یا وہ راوی مجہول ہیں۔ اس لیے کہ ہر راوی اپنی عدالت کے اعتبار سے جانا جاتا ہے یا اپنے فسق کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے یا ان دونوں میں سے کوئی ایک حالت بھی نہیں ہوتی۔

علم جرح وتعدیل کی اصطلاحی تعریف ڈاکٹر عجاج الخطیب نے یوں کی ہے:

نعلم الجرح و التعديل هو العلم الذى يبحث فى أحوال الرواة من حيث قبول رواياتهم أو ردها[28]

جرح و تعدیل وہ علم ہے جس میں راویوں کے احوال سے اس اعتبار سے بحث کی جاتی ہے کہ ان کی روایات کو قبول کیا جائے یا ان کو رد کر دیا جائے۔ شیخ عزالدین بلیق نے علم جرح وتعدیل کی بڑی جامع تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

علم الجرح و التعديل او علم ميزان الرجال هو علم يبحث فيه عن أحوال الرواة و امانتهم و ثقتهم و عدالتهم و ضبطهم او عكس ذلک من كذب او غفلةٍ او نسيان[29]

علم جرح وتعدیل یا علم میزان الرجال وہ علم ہے جس میں راوۃ کے احوال، ان کی امانت، ان کے ضبط، اُن کی ثقاہت اور ان کی عدالت کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے یا اس میں ان کی دروغ گوئی یا غفلت اور نسیان کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

امام رازی علم الجرح والتعدیل کی تعریف کو مزید عمدہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

علم الجرح و التعديل هو علم يبحث فيه جرح الرواة و تعديلهم بالفاظ مخصوصة و من مراتب تلک الالفاظ[30]

علم جرح وتعدیل وہ علم ہے جس میں راویوں کی جرح وتعدیل کے بارے میں مخصوص الفاظ کے ساتھ بحث کی جاتی ہے اور اُن کے مراتب جرح وتعدیل کو بھی مخصوص الفاظ کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

ان ساری تعریفات سے ہم یہ نتائج اخذ کرتے ہیں کہ علم جرح و تعدیل میں راویوں کی عدالت کا فیصلہ کیا جاتا ہے یا ان کی مجروحیت کا تعین کیا جاتا ہے ان کی صفات قبولیت کو دیکھا جاتا ہے ان میں موجود صفات عدم قبولیت کو جانا جاتا ہے کن راویوں کی روایت کو قبول کیا جاتا ہے اور کن راویوں کی روایت کو قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ کونسے راوی ہیں جو وصف امانت رکھتے ہیں اور کونسے راوی ہیں جن پر تہمت خیانت ہے۔ کن راویوں کا حفظ وضبط مضبوط ہے اور کن راویوں میں غفلت ونسیان کا مرض پایا جاتا ہے۔ کونسے راوی وصف صدق سے مزین ہیں اور کونسے راوی صفت کذب میں ملوث ہو گئے ہیں۔ علم جرح وتعدیل میں راویوں کی ثقاہت اور عدم ثقاہت کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے جو راوی وصف امانت، ثقاہت، یادداشت اور عدالت رکھتے ہیں وہ علم تعدیل میں آتے ہیں اور وہ راوی جو دروغ گوئی، غفلت، نسیان، خیانت اور کذب میں آتے ہیں اُسے علم جرح سے بیان کرتے ہیں۔

علم جرح وتعدیل کی بنیادیں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے بھی میسر آتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کلمات تعدیل بھی ثابت ہیں اور کلمات تجریح بھی منقول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے بارے میں آپ ﷺ نے کلمات تعدیل یوں ارشاد فرمائے:

ان عبدالله رجل صالح[31]

عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث سے بھی رسول اللہ ﷺ سے کلمات تعدیل کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت سہل بن ساعدی راویت کرتے ہیں:

قال سرّ رجل على رسول الله ﷺ فقال لرجل عنده جالس ما رأيک فى هذاألا فقال رجل من أشراف الناس هذا و الله حرى ان خطب أن ينكح و ان شفع أن يشفع قال فسكت رسول الله ﷺ ثم مز رجل فقال له رسول الله ﷺ ما رأيک فى هذا؟ فقال يا رسول الله ﷺ هذا رجل من فقراء المسلمين هذا حرى ان خطب ان لا ينكح و ان شفع ان لا يشفع و ان قال ان لا يسمع بقولهٖ فقال رسول الله ﷺ هذا خير من مل الارض من مثل هذا۔[32]

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے فرمایا اس گزرنے والے کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے ؟ اس شخص نے کہا یہ آدمی معزز اور شرفاء میں سے ہے اور اللہ کی قسم یہ آدمی اس لائق ہے اگر یہ کسی کو پیغام نکاح دے تو قبول کیا جائے گا اور اگر کسی کی سفارش کرے تو وہ مانی جائے گی۔ اُس شخص کی یہ بات اور رائے سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک اور آدمی گزرا تو پھر آپ نے اُسی شخص سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا۔ اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ اُس شخص نے کہا یہ آدمی غریب و نادار مسلمانوں میں سے ہے اگر یہ کہیں پیغام نکاح بھیجے تو رد کیا جائے گا اور اگر کسی کی سفارش کرے تو وہ قبول نہ کی جائے گی حتیٰ کہ اگر وہ بات کرے تو اس کو نہ سُنا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ (دوسرا) شخص زیادہ بہتر ہے کہ اس طرح کہ لوگوں سے اللہ کی یہ زمین بھر جائے۔

اس حدیث میں کلماتِ اثبات سے تعدیل ثابت کی گئی ہے اور کلمات نفی سے تجریح کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ سے کلمات جرح کا تحقق ہوتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں:

عن عائشة ان رجلاً استاذن على النبى ﷺ فلما راه قال بئس اخو العشيرة و بئس ابن العشير فلما جلس تطلق النبى ﷺ فى وجهه و انبسط اليه فلما انطلق الرجل قالت له عائشة يارسول الله ﷺ حين رأيت الرجل قلت له كذا و كذا ثم تطلقت فى وجهه و انبسطت اليه فقال رسول ﷺ يا عائشة متى عهدتنى فاحشاً؟ ان شر الناس عندالله منزلة يوم القيامة من تركه الناس اتقاء شره[33]

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ اپنے قبیلے کا بُرا بھائی یا بُرا بیٹا ہے۔ پھر وہ شخص آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ ﷺ کے چہرے میں خوشی و انبساط کے آثار نمایاں تھے۔ پس جب وہ چلا گیا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ جب آپ ﷺ نے اس آدمی کو دیکھا تو ایسے ایسے آپ نے فرمایا پھر اس کے سامنے آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ آپ نے کب مجھے فحش گو پایا ہے؟ اللہ کے ہاں قیامت کے روز بُرے وہ لوگ ہیں جن کو اُن کے شر کی وجہ سے لوگ چھوڑ دیں۔

اس حدیث مبارکہ بئس اخو العشیرہ اور بئس ابن العشیرہ کے الفاظ سے جرح و تجریح کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن کریم میں منافقین کے لیے جرح ثابت ہے۔ وہ کاذب اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واللہ يَشْهَدُ اِنَّ المنافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ[34]

اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اسی طرح جماعتِ صحابہ کی تعدیل کو قرآن نے اُمت وسط اور خیر اُمت اور رضوان الٰہی سے ثابت کیا ہے۔

اُمت وسط سے جماعت صحابہ کی تعدیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[35]

اور ہم نے تم کو ایسی ہی جماعت بنا دیا ہے جو اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو اور تمھارے لیے رسول گواہ ہوں۔

اسی طرح خیر اُمۃ کے کلمات سے تعدیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ[36]

تم بہترین اُمت ہو جن کو لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسی طرح جماعت صحابہ کی کلمات رضا سے تعدیل ثابت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ[37]

اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ[38]

بلاشبہ اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جماعت صحابہ کے کلمات تعدیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خير الناس قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم[39]

تمام انسانوں سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ پھر اُن لوگوں کا جو اس کے بعد ہیں پھر اُن کا جو اُن کے بعد ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تمس النار مسلما رأنی او رأی من رأنی[40]

جس مسلمان نے مجھے دیکھا اسے آگ نہیں چھوئے گی اور جس نے اس مسلمان کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا اسے بھی آگ نہیں چھوئے گی۔

ان ہی آیات اور احادیث کی بناء پر محدثین نے بالاجماع تمام صحابہ کی تعدیل ثابت کرتے ہوئے علم مصطلح الحدیث میں یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ

الصحابة کلهم عدول[41]

سارے کے سارے صحابہ عادل ہیں۔

احادیث کے اولین راوی صحابہ کرام ہی ہیں اور جب تک وہی راوی رہے اور اُن کا زمانہ رہا تب تک اس فن کی ضرورت نہ رہی۔ جوں ہی زمانہ تابعین کے عہد میں داخل ہوا، مختلف طرح کے فتنے ظہور پذیر ہوئے جس میں سب سے بڑا فتنہ شہادت عثمان غنیؓ کا تھا۔ جس نے اُمت کی وحدت و یکجہتی کو پارہ پارہ کر دیا اور مسلمانوں کو باہم متنفر اور منتشر کر دیا۔ اس فتنے کے اثرات جہاں اُمت کی ملی حیات پر مرتب ہوئے وہاں دین کے معاملے میں بھی اس کے اثرات ظہور پذیر ہوئے۔ تو اب جو بھی احادیث کو بیان کرتا تو اس سے پوچھ گچھ اور چھان بین کی جاتی، اور حدیث کی سند کے بارے میں تفتیش کی جاتی۔ یہ عمل ہی راویوں کی جرح و تعدیل کا باعث بنا جو کہ رفتہ رفتہ علم الجرح والتعدیل کے روپ میں ظاہر ہوا۔

امام ابن سیرین (۱۱۰ھ) کا تعلق کبار تابعین سے ہے۔ وہ حدیث کے راویوں کی جرح و تعدیل کے سلسلہ کی ابتدا کے بارے میں فرماتے ہیں شہادت عثمان غنیؓ کے بعد لوگوں کو خدشہ ہوا کہ احادیث میں کوئی ملاوٹ نہ کر دی جائے تو اس بناء پر راوی سے اس حدیث کی سند کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا گیا۔

یکونوا یسئلون الاسناد فلما وقعت الفتنة قال سموا لنا رجالکم فینظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم و ینظر الی اهل البدع لا یوخذ حدیثهم[42]

وہ اسناد کے متعلق فتنہ (شہادت عثمان غنی) کے وقوع سے قبل سوال نہ کرتے تھے۔ جب فتنہ واقع ہوا تو وہ کہتے ہمارے سامنے راویوں کے نام لو پس وہ دیکھتے جو اہل سنت راوی ہوتے اُن کی احادیث لی جاتیں اور جو اھل بدعت راوی ہوتے اُن کی احادیث نہ لی جاتیں۔ اب اُمت کا یہ طرز عمل ہو گیا کہ حدیث اُس کی لی جاتی جو کہ ثقہ اور معتبر راوی ہوتا۔

اس لیے عقبہ بن نافع اپنے تلامذہ کو یہ حکم دیتے تھے:

لا تقبلوا الحديث عن رسول الله ﷺ الا عن ثقة[43]

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو صرف ثقہ لوگوں سے ہی لیا اور روایت کیا کرو۔

علم جرح و تعدیل کی بنیادیں جہاں ہمیں قرآن و حدیث سے ملتی ہیں وہیں اس کے شواہد و آثار صحابہ سے بھی ملتے ہیں۔ امام حاکم نیشاپوری طبقہ اولی کے راوۃ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

قد جرحوا و بحثوا عن صحة الروايات و سقيمها[44]

وہ حدیث کی سند کے بارے میں جرح کرتے اور روایت کی صحت اور ضعف کے بارے میں تحقیق کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے کسی نے دادی کی میراث کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: قرآن و حدیث میں اس بارے میں کوئی واضح حکم نہیں پاتا۔ البتہ میں لوگوں سے پوچھ کر تم کو بتاؤں گا، جب آپ نے لوگوں سے اس معاملے کے بارے میں پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ دادی کو چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ سے ایسے ہی مروی ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُن سے گواہ مانگا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی۔[45]

علم جرح و تعدیل کے حوالے سے عمل تصویب و تفتیش حضرت عمر فاروقؓ سے بھی ثابت ہے۔ حضرت ابو سعید روایت کرتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات کے لیے آئے۔ تین مرتبہ سلام کیا اور اجازت طلب کی مگر جواب نہ ملا تو وہ واپس لوٹ گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں واپس بلا بھیجا، اور پوچھا آپ کیوں واپس لوٹے، انہوں نے اپنے اس عمل پر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ پیش کی

اذا اسلم احدكم ثلاثاً فلم يجب فليرجع[46]

جب کوئی تین دفعہ سلام کرے اور اسے جواب نہ دیا جائے تو وہ واپس لوٹ جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا آپ اس حدیث پر کوئی گواہ لائیں ورنہ میں نہ چھوڑوں گا۔ لافعلن بک۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے یہ بات سُنی تو ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ ان کا رنگ متغیر تھا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا اور پوچھا کہ آپ میں سے کسی نے یہ حدیث سُنی ہے ہم نے کہا ہم سب نے یہ حدیث سُنی ہے۔اُن صحابہ نے ایک آدمی ان کے ساتھ بھیج دیا اور اس نے حضرت عمر فاروقؓ کو جا کر بتایا حضرت عمر فاروقؓ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی بات کی تائید ہو گئی ہے۔

جرح و تعدیل کے عمل میں سے براہ راست راوی سے قسم اور حلف لینا بھی ہے اور یہ عمل بھی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے ثابت ہے۔ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اور آکر چاند کی رؤیت کی شہادت دیتے ہوئے کہنے لگا أنی رأیت الهلال میں نے چاند کو دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کو بغیر غور و خوض کے فوراً تسلیم نہیں کیا بلکہ اس سے شہادت توحید و رسالت لی اور آپ نے فرمایا أتشهد أن لا اله الا الله کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اعرابی نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے مزید تسلی و تشفی اطمینان قلب کے لیے پوچھا أتشهد أن محمد ا رسول الله کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اعرابی نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔[47]

ایک اور حدیث میں کلمات جرح کا ثبوت ملتا ہے، حدیث فاطمہ بنت قیس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ :

أن معاوية بن أبى سفيان و أباجهم خطبانى فقال رسول الله ﷺ اما ابوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقهٖ و اما معاوية فصحلوك[48]

مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے شادی کا پیغام بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے ابو جہم تو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں لاٹھی تھامے رکھتا ہے (یعنی عورتوں کو مارتا رہتا ہے) اور معاویہ نان و نفقہ سے خالی ہے (یعنی ضروریات زندگی ادا نہیں کر سکتا)۔

اس حدیث میں فلا يضع عصاه عن عاتقهٖ اور فصحلوك کے کلمات کے ساتھ تجریح ثابت کی گئی ہے۔

ایک راوی کی ذات و شخصیت میں جب تعدیل کی جاتی ہے اس میں دیگر چیزوں کے علاوہ دو چیزوں کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ایک ہے عدالت اور دوسری چیز ضبط ہے۔صفت عدالت کا حامل وہ شخص ہے جس کی بات مستقیم ہو اور نفس میں قرار پا جائے۔[49] اور صاحب عدالت وہ شخص ہے جو اپنے کردار میں ہر فریب اور شک سے پاک ہو۔[50]

ایک راوی وصف عدالت سے متصف ہو کر تمام اسبابِ فسق سے محفوظ ہوتا ہے اور تمام اخلاقِ غیر مروت سے بھی منزہ ہوتا ہے۔[51]

وصف عدالت سے متصف راوی فرائض کو پابندی سے ادا کرتا ہے۔اوامر کا التزام کرتا ہے۔منھیات سے بچتا ہے۔فواحش سے اجتناب کرتا ہے۔حق کی جستجو میں رہتا ہے۔دین کی تعلیمات اور اقدار کے خلاف اظہار نہیں کرتا،ایسا شخص ہی صفت عدل کی وجہ تعدیل کا مستحق ہو گا۔[52]

عادل شخص گناہ کبیرہ سے بچتا ہے، تقویٰ کے خلاف امور سے بھی خود کو محفوظ کرتا ہے، بے وقار چیزوں سے بُعد اختیار کرتا ہے بُری شہرت کے حامل لوگوں سے میل جول رکھنے سے اعراض کرتا ہے۔[53]

غرضیکہ عدالت سے مراد دینی معاملات میں پختہ ہونا ہے فسق و فجور اور غیر شرعی معاملات سے پرہیز کرنا ہے اور تقویٰ و مروت کا دامن تھامنا ہے اور راوی کا خود کو صاحبِ مروت بنانا ہے اور مروت یہ ہے کہ راوی گھٹیا و خسیس حرکتوں، نقائص اور مصائب سے اعراض کرے۔

اگر راوی فسق و فجور اور کذب و افتراء کا ارتکاب کرے اور احکامِ شریعت کی مخالفت کرے، گناہ کبیرہ اور بدعت میں ملوث ہو، فواحش کا ارتکاب کرے، شراب پیتا ہو، تہمت کذب کا شکار ہو، گناہوں اور خطاؤں کا دلدادہ ہو، معاصی اور مصائب سے مزین اعمال اُس کے پسندیدہ ہوں، یہ علامات اور صفات سئیہ اگر راوی میں پائی جائیں تو وہ جرح سے متصف ہو گا اور اس کے برعکس اگر راوی صفاتِ حسنہ سے آراستہ ہو تو وہ تعدیل کا حامل ہو گا۔

راوی میں تعدیل و جرح کی دوسری چیز اُس کے ضبط کا کامل اور ناقص ہونا ہے۔اگر حافظہ مضبوط اور پختہ ہے تو رتبہ تعدیل میں آئے گا اور اگر ضبط میں کمی اور خامی ہے تو وہ درجہ جرح میں آئے گا۔

اگر ہم ضبط کا معنی و مفہوم دیکھیں تو یہ کسی چیز کو لازم پکڑنے اور کسی چیز کو مضبوطی سے روک لینے،اور کسی چیز کو بہت زیادہ مضبوطی سے یاد کرنے اور قوی و مضبوط حافظہ رکھنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔[54]

ان سارے معنی کا جب ہم حدیث پر اطلاق کرتے ہیں تو ایک راوی حدیث کو اپنے ذہن میں لازم پکڑنے والا اور اُس کو اپنے حافظے میں مضبوطی سے رکھنے والا اور اس حدیث کو اپنی یادداشت اور ضبط میں شدت سے محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے۔

اس لغوی معنی کو جب محدثین نے لفظ ضبط کے اصطلاحی معنی کی پہچان دی تو ابن حجر عسقلانی نے اسے یوں بیان کیا:

ضبط کا اصطلاحی معنی ہے خوب حفاظت کرنا اور اچھی طرح سے یاد رکھنا۔[55]

صبحی صالح نے ضبط کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حدیث کو اچھی طرح سُننا، اور اُس کو عمدہ طور پر سمجھنا اور اسے مضبوط طریقے سے اپنے حافظے میں محفوظ رکھنا، اور اس حفظ و ضبط کا ہر شک سے پاک ہونا اس طرح کہ یہ کیفیت حفظِ حدیث کی سماعت سے لے کر اس کی روایت تک برقرار رہے اور اس میں کسی بھی قسم کا کوئی معمولی سا بھی فرق نہ آئے تو اسے ضبط کہتے ہیں۔[56]

اسی اصطلاحی تصور کو یوں بھی واضح کیا گیا ہے کہ

والضبط أن يكون متيقظًا حافظاً غير مغفل ولا ساه و لاشاک فی حالتی التحمل والاداء[57]

ضبط یہ ہے کہ راوی تحمل حدیث اور اداء حدیث کی حالت میں بیدار ذہن ہو اُس حدیث کو یاد رکھنے والا ہو اور کسی طرح بھی ذہنی غافل نہ ہو اور لاپرواہ نہ ہو اپنے حافظے میں اسے شک لاحق نہ ہو۔ یہی ضبط جب ضبط صدر کی صورت میں منقسم ہوتا ہے تو اس وقت اس کا معنی یہ ہوتا ہے:

ان يكون الراوی يَقْظاً غير مغفل بل يحفظ ما سمعه و يثبته بحيث يتمكن من استحضاره متى شاء مع علمه بما يحيل المعانی ان روى بالمعنى و ضبط الكتاب[58]

ضبط صدر یہ ہے کہ راوی بیدار ہو غافل نہ ہو بایں طور پر کہ اُس نے جو سُنا ہے وہ اس کو یاد ہو اس حدیث کو اچھی طرح جب چاہے ذہن میں مستحضر کر سکے اور اسے ثبت کر سکے، اور اس کے ساتھ ضبط کتاب اور روایت بالمعنی کو بھی اچھی طرح سمجھنے والا ہو۔

ضبط کتاب یہ ہے خوب اچھی طرح لکھنا اور لکھے ہوئے کو اچھی طرح سمجھ لینا اور لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا اور مشتبہ کلمات پر اعراب لگانا ضبط کہلاتا ہے۔[59]

ضبط کا ایک تصور یہ بیان کیا گیا ہے:

صيانته لديه منذ سمع فيه و صححه الى أن يُؤدى منه[60]

جو چیز اُس نے سنی ہو اُس کو محفوظ کرنے والا ہو اور جس چیز کو آگے پہنچائے اس کی تصحیح کرنے والا ہو اور ضابط کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے: ضابط اُس راوی کو کہتے ہیں جو بیدار مغز ہو اور اپنی روایتوں کو اچھی طرح محفوظ کرنے والا ہو اور روایت بالمعنی کرتے وقت معنی و

مفہوم کو اچھی طرح سمجھنے والا ہو۔ اس ضبط کی حفاظت اور برکت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے راوی حدیث کو خصوصی دعا بھی دی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نغر اللہ امرأ سمع مقالتی فحفظها و وعها و أداها کما سمع[61]

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث کو سُنا اور اُس کو اچھی طرح یاد کیا اور اُسے محفوظ کیا اور پھر جیسے سُنا ویسے ہی اُسے آگے پہنچا دیا۔

حفظ و ضبط میں تعدیل راوی یہ ہے کہ راوی قوی الضبط ہو، اپنے حافظے میں شدت رکھنے والا ہو، اپنی یادداشت میں بہت پختہ ہو، اپنی روایت کے لفظ و معنی کا اُسے فہم کامل حاصل ہو، اُس کی کیفیت ضبط اول سماعت سے لے کر روایتِ حدیث تک برابر قائم رہے، اُس میں کسی قسم کی کوئی کمی و خامی نہ آئے، اپنی روایت کی تصحیح پر اُسے قدرت حاصل ہو اور الفاظ مشتبہات پر حکمِ صحت کا اُسے ملکہ حاصل ہو، اس کا ضبط غفلت سے منزہ و مبرّا ہو، اور اپنے ضبط کے استحضار پر قدرت رکھتا ہو۔ ضبط بالصدر اور بالکتابہ پر اُسے کمال حاصل ہو، حتیٰ کہ وہ راوی بیدار مغز ہو تو اُس کے ضبط پر حکم تعدیل کا نفاذ ہو گا۔

اس کے برعکس اگر اُس کا ضبط کثرۃ وہم کا شکار ہو جائے اس طرح کہ حدیث مرسل کو متصل بنا دے اور موقوف کو مرفوع بنا دے، اور اس طرح کہ اُس کے ضبط میں کثرۃ مخالفۃ الراوی کی صورت ظاہر ہو جائے اور وہ اپنے سے اوثق اور ثقہ تر راویوں کی مخالفت کرنے لگے اور اُس کا ضبط سوء حفظ میں مبتلا ہو جائے اور اس طرح کہ راوی کی اصابت اور خطا میں کسی ایک کو ترجیح نہ دے سکے اور اُس کا ضبط شدۃ غفلت سے مل جائے اور وہ اس طرح کہ راوی کی صلاحیت بیدار مغزی میں کمی آجائے اور صواب و خطا میں امتیاز کی اُس کی پختہ صلاحیت ماند پڑ جائے اور اس میں اُس کی ثقاہت و صلاحیت کمزور ہو جائے اُس کا ضبط فحش غلط میں ملوث ہو جائے، وہ اس طرح کہ راوی کی روایت میں خطا اُس کی جانب صواب سے بہت زیادہ اور کثیر ہو جائے اور اسی طرح اُس راوی کا ضبط جہل الراوی کی صورت میں بدل جائے۔ وہ اس طرح کہ راوی اُس حدیث کے الفاظ کے مدلولات، اُن کے مقاصد اور اُن کے معانی کا ادراک نہ کر پائے اور اسی طرح ضبط و حفظ میں جرح کا ثبوت یوں بھی ہو گا کہ راویت میں تساھل الراوی کی صورت پائی جائے راوی اپنی ہی روایت کی کتابت، اس کی تصحیح اور اُس کی حفاظت صیانت میں تساھل کا شکار ہو جائے۔[62]

غرضیکہ ضبط میں جرح کا اثبات راوی میں کثرۃ الوھم، کثرۃ مخالفۃ الراوی، سوء الحفظ، شدۃ الغضلہ، فحش الغلط، جھل الراوی اورتساھل الراوی کے عوامل سے ظاہر ہوتا ہے۔

جرح وتعدیل کا اثبات نصوص شرعیہ سے قائم ہے، صحابہ کرام کے آثار اور تابعین کے اقوال سے بھی ثابت شدہ ہے۔اس فن کی ترویج میں متعدد آئمہ حدیث نے اپنی خدمات سرانجام دی ہیں مگر اس فنِ جرح وتعدیل کو جن آئمہ نے اپنے کمال تک پہنچایا ہے اُن میں سے اولین نام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج (ت ۱۲۰ھ) اور یحییٰ بن سعید القطان (ت ۱۹۸ھ) کا آتا ہے۔ان کے بارے میں امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ان دونوں حضرات نے جرح وتعدیل کو ایک علم اور فن کی حیثیت دی ہے اور اس کو مدون کیا ہے۔[63]

آئمہ حدیث اور آئمہ علم جرح وتعدیل جب کسی راوی کی تعدیل ثابت کرتے ہیں تو درجہ بدرجہ اُس کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ صیغہ مبالغہ اور تفضیل میں یوں کہتے ہیں فلان الیہ المنتھی فی التثبت او فلان أثبت الناس اور کبھی الفاظ تعدیل میں ایک صفت اور دو صفتوں کا استعمال کرتے ہیں: ثقة ثقة، او ثقة ثبت۔[64]

اور کبھی بغیر تاکید کے الفاظ تعدیل استعمال کرتے ہیں: ثقة اور حجۃ۔[65]

اور کبھی تعدیل کے کم مراتب کی طرف بڑھتے ہوئے فقط راوی کے الصدوق اور محلہ الصدق کہہ دیتے ہیں اور کبھی اس راوی کے لیے لاباس بہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔[66]

تعدیل میں راوی کے درجات میں تنزلی کی طرف آتے ہوئے کبھی ائمہ حدیث اُس کے لیے فلان شیخ اور روی عنہ الناس اور کبھی فلان صالح الحدیث او یکتب حدیثہ کے کلمات کے ذریعے اُس کی تعدیل کو کمزور مرتبے میں مگر درجہ قبولیت میں ظاہر کرتے ہیں۔[67]

جب آئمہ جرح وتعدیل کسی راوی میں جرح وتجریح کو ثابت کرتے ہیں تو اس میں درجہ تعدیل کے قریب ترین الفاظ سے ثابت کرتے ہوئے اس کے اسفل ترین اور ناقابل قبول درجے کی طرف بڑھتے ہیں۔

راوی میں کمزور درجے کی جرح کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ فلان لین الحدیث او فیہ مقال اور کبھی اس میں جرح اُس سے عدم کتابت حدیث کے الفاظ سے کی جاتی ہے۔اُس کے لیے کلمات جرح یہ بیان کیے جاتے ہیں فلان لا یکتب عنہ او لاتحل الروایۃ عنہ او ضعیف جدًا۔[68]

اور کبھی راوی کی جرح مفصل کرتے ہوئے یہ کلمات تجریح بیان کیے جاتے ہیں کہ فلان لا یحتج بہ او فلان ضعیف او لہ مناکیر۔69

اور کبھی راوی پر جرح کا اثبات اتہام کذب سے ہوتا ہے اور اُس راوی کے لیے کہا جاتا ہے فلان متھم بالکذب او متھم بالوضع او یسرق الحدیث او ساقطٌ او متروک او لیس بثقۃ۔[70]

کبھی اس راوی کو جرح شدید کے ساتھ منتسب کیا جاتا ہے۔اُس کے لیے کذب کی صفتِ سوء کا اثبات کہا جاتا ہے اور اُس کے لیے یوں کہا جاتا ہے کذابٌ، دجالٌ او وضاعٌ، اور کبھی اس کی جرح کو شدید ترین اسفل تر اور عدم قبولیت کی قطعیت کے ساتھ ثابت کرتے ہوئے یوں کہا جاتا ہے فلان أکذب الناس او الیہ المنتھی فی الکذب، او ھو رکن الکذب۔[71]

اس عمل جرح وتعدیل میں ائمہ جرح وتعدیل نے اپنے نسبی اور معاشرتی رشتوں کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا، اگر کسی کا والد، بھائی اور دوست تعدیل کے پیمانوں پر پورا نہیں اُترتا تو اُس نے بیباک ہوتے ہوئے مگر نسبت احترام کے ساتھ اُس پر جرح ثابت کی اور اُس کو مجروح قرار دیا، امام علی بن المدینی (م ۲۳۴ھ) جو امام بخاری کے بھی اساتذہ میں سے ہیں، جن کو ائمہ حدیث نے اعلم الناس بحدیث رسول اللہ ﷺ کا اعزاز بخشا ہے جب اُن کے سامنے اُن کے والد گرامی کا معاملہ بحیثیت راوی جرح وتعدیل آیا تو انہوں نے بلا تامل اور بغیر کسی توقف کے "الاسناد من الدین" کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے فرمایا: ھو الدین، انہ ضعیفٌ۔[72]

یہ دین ہے کہ وہ ضعیف راوی ہیں۔

اسی طرح کی متعدد امثلہ ہمیں کتب جرح وتعدیل کتب الضعفاء، کتب الثقات، کتب الملل اور کتب المعرفۃ الرجال میں میسر آتی ہیں۔

خلاصہ کلام

اسلامی علوم میں سے علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے نہ صرف دین اسلام اور احکام شریعت ہم تک پہنچے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا سارا اُسوہ حسنہ بھی منقول ہوا ہے۔اس علم کو پڑھنے، یاد کرنے اور فروغ دینے کے واضح احکامات خود رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس نے اُمت کو دیے ہیں۔اس علم کا آج اپنی پوری ثقاہت اور صحت کے ساتھ اُمت میں موجود ہونا لاریب رسول اللہ ﷺ کے

اُن ارشادات کا ایک زندہ اور ناقابل تردید اثر ہے۔ اس لیے اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کے بعد دوسرا مأخذ اسلام اور مصدر شریعت رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس علم کو پہنچانے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بلغو عنی و لو آیة[73]

اور حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

فیبلغ الشاهد الغائب[74]

اور اسی طرح ارشاد فرمایا:

نَصَرَ اللہ إمراءٌ سمع مقالتی فوعاها حتی یؤدیها الی من لم یسمعها[75]

اور ساتھ اس حقیقت سے بھی متنبہ کر دیا:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار[76]

یہ علم حدیث ہی ہے جس میں سند کی تحقیق پر 5 لاکھ راویوں کے حالات کو پرکھا اور جانچا گیا ہے اور یہ علم حدیث ہی ہے جس نے اسلام میں تحقیق و تفتیش راوی کے لازوال اُصول دیے ہیں اور جس نے خبر اور راوی کی قبولیت اور عدمِ قبولیت کے ضابطے دیے ہیں اور جس نے روایت کی صحت اور ضعف کے تعین کے راہنما اُصول اور خطوط دیے ہیں اور جس نے روایت کی قبولیت اور عدم قبولیت، صحت اور ضعف، ثقاہت اور غیر ثقاہت کا تعین کر کے عصر حاضر کو ایک مستند علم تک پہنچایا ہے۔ ایسا علم جو دلیل بنتا ہے اور ایسا علم جو حجت بنتا ہے۔ ایسا علم جو معتبر اور مستند ہوتا ہے اور ایسا علم جو رواۃ کی جرح و تعدیل کے بعد ایک برہان بنتا ہے۔ یہ علم جرح و تعدیل علم حدیث ہی کی وجہ سے اُمت کو میسر آیا ہے۔

باری تعالیٰ ہمیں قرآنی علم کی طرح علوم الحدیث کو بھی اچھی طرح سمجھنے اور اپنی زندگیوں میں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات

1 الحجرات ۶:۴۹

2 القرطبی، الجامع لاحکام، القرآن، ص۱۶، ۳۱۲

3 الشوکانی فتح القدیر، ص۶۰:۵

4 النساء ۹۴:۴

5 القرطبی، الجامع لاحکام، القرآن، ص۳۳۸:۵

6 النساء ۸۳:۴

7 ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، ص۵۲۹:۱

8 الطلاق ۶۵:۲

9 المائدہ ۱۰۶:۵

10 مسلم، مقدمہ الصحیح، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین، ص۷

11 الخازن، علاء الدین علی بن محمد، تفسیر الخازن، دار الکتب العلمیہ، ۲۲۲:۶

12 عزالدین بلیق، مقدمہ منہاج الصالحین، دار الفکر، بیروت، ص۴۰

13 الشافعی، دیوان الشافعی، ص۵۱

14 البلیاوی، مصباح اللغات، ص۱۰۷

15 صبحی صالح، اصول الحدیث، ص۲۶۰

16 فیومی المصباح المنیر، ج۲، ص۴۴

17 عبدالعزیز بن محمد ابراھیم، ضوابط جرح التعدیل، ص۱۶

18 ابن اثیر، مبارک بن احمد الجزری، جامع الاصول من احادیث الرسول، ج۱، ص۷۰

19 عبدالمعبود، معارف علوم الحدیث، ص۱۲۷، المصباح المنیر، ج۲، ص۴۴

20 اسماعیل بن حماد الجوہری، الصحاح، دار احیاء التراث العربی، لبنان، ۱۷۶۱:۵

21 القاموس المحیط، ص۴/۱۳

22 المعجم الاوسط، ص۶۱۵

23 جامع الاصول من احادیث الرسول، ج ا، ص ۷۰

24 ضوابط الجرح والتعدیل، ص۱۷/المختصر فی علم الرجال الاثر، ص ۴۳

25 امام حاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۵۲

26 نورالدین عتر، منہج النقد فی علوم الحدیث، دار الفکر، ص ۹۲

27 نزھۃ النظر، ص ۱۷

28 الخطیب، دکتور عجاج، اصول الحدیث و مصطلحہ، ص ۱۶۸

29 عزالدین بلیق، مقدمہ منہاج الصالحین، دار الفکر، بیروت، ص ۴۰

30 ابن ابی حاتم رازی، مقدمہ الجرح والتعدیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ص ۴۱

31 ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، السنن، کتاب المناقب، رقم الحدیث، ۳۸۲۵

32 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، رقم الحدیث ۶۱۳۲

33 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام، ریاض، سعودی عرب، ص ۱۰۵۲

34 الحجرات ۴۹:۶

35 البقرہ ۲:۱۴۳

36 آل عمران ۳:۱۱۰

37 التوبۃ ۹:۱۰۰

38 الفتح ۴۸:۱۸

39 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل اصحاب النبی، رقم الحدیث ۳۶۴۹

40 ترمذی، السنن، ج ۲، ص ۲۲۶

41 الکفایہ فی علم الروایہ، ص ۴۶-۴۷

42 العلم والعلماء بحوالہ تذکرۃ الحفاظ، ص ۵۵

43 خطیب بغدادی، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص ۱۱۰

44 ابن الصلاح، ابوعمر معرفۃ علوم الحدیث، دار الفکر، دمشق، ص ۵۲

45 ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱:۳

46 (i)ذھبی،تذکرۃ الحفاظ،۱:۳(ii)عبدالرؤف ظفر،دکتور،علوم الحدیث،نشریات،لاہور،ص ۲۳۴

47 ابوداؤد،سنن ابی داؤد،کتاب الصیام،باب فی شھادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان،رقم الحدیث ۲۳۴۵،ص ۳۴۱

48 بخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،کتاب الطلاق،باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا،رقم الحدیث ۳۶۹۷

49 القاموس المحیط،ج۴،ص ۱۳

50 الکفایہ فی علم الروایہ،ص۷۸

51 امام حاکم،معرفۃ علوم الحدیث،ص ۵۳

52 الکفایہ فی علم الروایہ،ص۸۰

53 تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح الاثر،ص ۱۵

54 لسان العرب،ج۷،ص ۳۴۰

55 تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح الاثر،ص ۱۵

56 صبحی صالح،علوم الحدیث،ص ۱۶۰

57 المختصر فی علوم الحدیث،ص ۶۳

58 تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح الاثر،ص ۱۵

59 ضوابط الجرح والتعدیل،ص ۱۸

60 بسکوہری،جرح وتعدیل،ص ۱۷۷

61 ابوداؤد،السنن،کتاب العلم،باب کفایۃ العلم،۲۲۳:۲،رقم الحدیث ۳۶۶۰

62 ضوابط الجرح والتعدیل،ص ۱۹،۲۰

63 سیوطی،تدریب الراوی،ص ۷۵

64 عبدالموجود،علم الجرح والتعدیل،ص ۴۹

65 السخاوی،فتح المغیث،ص ۳۳۷

66 السیوطی،تدریب الراوی،المکتبہ العلمیہ،مدینہ منورہ،ص ۳۶۶

67 محمود الطحان،تیسیر مصطلح الحدیث،ص ۱۵۰،۱۵۱

68 السیوطی،تدریب الراوی،المکتبہ العلمیہ،مدینہ منورہ،ص ۳۶۶

69 محمود الطحان،تیسیر مصطلح الحدیث،ص ۴۲۳

70 محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۴۲۳

71 السیوطی، تدریب الراوی، المکتبہ العلمیہ، مدینہ منورہ، ص ۳۶۶

72 سیر الاعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۴۶

73 صحیح بخاری، بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث 3461، ص 170, ج 4

74 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث 67، ص 16

75 ابو داؤد، السنن، کتاب العلم، باب کفایۃ العلم، ۳، ۳۲۲، رقم الحدیث ۳۶۶۰/ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ۵، ۳۴، رقم الحدیث ۲۶۵۷

76 ابن عبد البر، التمھید، وزارۃ الاوقاف دانشون، المکۃ المکرمہ، ج 1، ص 42